بیمے
کا نعم البدل
حضرت علامہ سید حمزہ علی قادری
عطاری پبلشرز
عطاری کتب خانہ G.K.2/44 شہید مسجد کھارادر
کراچی، پاکستان فون 0300-8229655
0300-9249927

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

پیش لفظ

یہ رسالہ بیمہ کا نعم البدل ماہنامہ فیض عالم بہاولپور میں دو قسطوں میں شائع ہوا۔ اب اسے مقدمہ سے مزین کر کے اشاعت کیلئے الحاج محمد احمد قادری اور حاجی محمد اسلم قادری کراچی باب المدینہ کے سپرد کرتا ہوں مولیٰ عزّ وجل اسے فقیر اور ناشرین کیلئے توشۂ راہ آخرت اور عوام اہل اسلام کیلئے مشعل راہ ہدایت بنائے۔ آمین

بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

بہاول پور۔ پاکستان

۲۲ شوال المکرّم ۱۴۲۳ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

اما بعد! قیامت جوں جوں قریب ہوتی جا رہی ہے اسلام میں نہ صرف ضعف بلکہ اس کے آثار مٹائے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اسلام کے ہر مسئلہ میں رخنہ اندازی کی جا رہی ہے تا کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں انتشار ہو اور وہ اسلام سے بدظن ہوں۔ بالخصوص معاشی امور میں تو گویا زلزلہ بپا ہے کہ آئے دِن طرح طرح کے نئے طریقے ایجاد کئے جاتے ہیں جس میں سود کے تغلّب میں سعی کی جاتی ہے مثلاً بیمہ کو دیکھ لیجئے کہ اس کا ہر شعبہ سودی امور سے لبریز ہے۔ فقیر نے اپنی استطاعت پر قلمی جہاد جاری رکھا ہوا ہے اگرچہ فقیر کا جہاد کس کام کا جہاں بالمقابل زبردست قوت ہے۔ لیکن کریم ربّ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ کرم فرمائے تو فتح ہی فتح ہے۔ اس رسالہ میں فقیر صرف بیمہ کا نعم البدل عرض کرتا ہے ممکن ہے کسی بندۂ خدا کو ہدایت کا موقعہ نصیب ہو۔

لغوی معنی

بیمہ فارسی زبان کے لفظ بیم سے ماخوذ ہے، جس کا معنی خوف و اندیشہ ہے۔ معاہدۂ بیمہ سے اس لفظ کی تھوڑی سی مناسبت یہ ہے کہ اس میں معاشی زبوں حالی، یا مالی نقصانات کے اندیشہ سے تحفظ و امان حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے عہد قدیم میں بیمہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اُردو زبان کی مستند لغت فرہنگ آصفیہ میں ہے۔

بیمہ

ازبیم۔ اندیشہ ضرر کا ذِمّہ، ضمانت، جب سوداگر لوگ نقدی یا جنس وغیرہ کہیں بھیجتے ہیں تو وہ اس شخص کو جو اسکے ضائع یا تلف ہو جانے پر دام بھر دینے کا اقرار کرتا ہے کچھ کمیشن دیتے ہیں اور اس شرط یا اطمینان کو بیمہ کہتے ہیں۔ (فرہنگِ آصفیہ، ج ۱، ص ۴۶۹، ترقی اردو بیورو، دلّی)

انگریزی زبان میں اس کا متبادل لفظ اِنشور (Insure) ہے جس کا معنی یقین دہانی ہوتا ہے اور عربی میں اسے **عقد التامین** کہتے ہیں یعنی **معاہدۂ امان** بیمہ، انشور اور تامین سب میں حفظ و امان کا مفہوم قدرِ مشترک کے طور پر پایا جاتا ہے۔ فقہ اسلام میں اس کی قسمیں اور تحقیق مزید ملاحظہ ہو۔ ہم یہاں اس کی شرعی حیثیت عرض کرتے ہیں۔

بیمہ کی شرعی حیثیت

بیمہ کا معاہدہ بیع ہے، مُستامن جو رقم قسط وار ادا کرتا ہے وہ معاوضہ ہے اُس تحفظ کا جو موٴمّن کی جانب سے فراہم کیا جاتا ہے اور یہ تحفظ بیمہ کی رقم کی ادائی کی صورت میں ہوتا ہے۔ مستامن بروقت صرف ایک قسط ادا کرتا ہے باقی اس کے ذمہ دَین اور بیمہ کی رقم موٴمّن کے ذمہ دین ہے اس طرح یہ معاہدہ بیع الدین بالدین پر مشتمل ہے۔

اس معاہدے میں کئی وجہ سے غرر پایا جاتا ہے۔

۱...... بیمہ زندگی کے علاوہ تمام اقسام بیمہ میں معاہدہ کے وقت بیمہ کی رقم موجود اور متعین نہیں ہوتی جب تک خطرہ واقع نہ ہو جائے اس کی تعیین نہیں ہوتی یہ غرر فی الوجود والتعیین ہے۔

۲...... بیمہ زندگی کے علاوہ باقی قسموں میں مدتِ بیمہ گزر جانے کے باوجود حادثہ پیش نہیں آتا تو بیمہ کی رقم سوخت ہو جاتی ہے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا یہ غرر فی الحصول ہوا۔

۳...... زندگی کے بیمہ کے علاوہ اقسام میں اگرچہ رقم کی زیادہ سے زیادہ مقدار معین کر دی جاتی ہے لیکن نقصان ہونے پر نقصان کے تناسب سے معین کی جاتی ہے یہ غرر فی المقدار ہے جب کہ بیمہ کی قسط فوری طور پر ادا کر دی جاتی ہے۔

٤...... بیمہ کی تمام قسموں میں بیمہ کی قسط ادا کرنے کا وقت مقرر ہوتا ہے جب کہ بیمہ کی رقم ادا کرنے کا وقت متعین نہیں ہوتا کیونکہ موت اور حادثے کا وقت متعین طور پر ہمیں معلوم نہیں ہے۔ یہ غرر فی الاجل ہے۔

پھر یہ عقد، قمار بھی ہے جیسے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ (جلد ہفتم ،ص ۱۱۳) میں فرمایا ہے۔

اس میں ربا کا پہلو بھی موجود ہے کیونکہ مستامن نے جتنی رقم جمع کروائی ہے اس پر بیمہ کمپنی کے قواعد کے مطابق معین نفع بھی دیا جاتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا کہ کیا ہندوستان کے اہل حرب سے ربا لینا جائز ہے؟ خواہ وہ ہنود ہوں یا نصاریٰ۔

اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا:

(۱) بحمدہٖ تعالیٰ ہندوستان دارالاسلام ہے۔

(۲) ربا کے بارے میں حق یہ ہے کہ مطلقاً ناجائز ہے کیونکہ نصوص تحریم مطلق ہیں۔

(۳) باقی رہا دارالحرب میں زائد مال کا لینا وہ ربا ہے ہی نہیں کیونکہ ربا مال معصوم میں ہوتا ہے اور دارالحرب والوں کا مال معصوم نہیں ہے۔

(٤) یہ حکم ہر حربی غیر مستامن کو شامل ہے اگر چہ وہ دارالاسلام میں ہو کیونکہ دارومدار معصوم نہ ہونے پر ہے اور عدم عصمت سب کو شامل ہے، ہم پر ان کے ساتھ صرف غدر (دھوکہ) ناجائز ہے، اس کے بغیر ان کا مال جس عنوان سے بھی لیا جائے جائز ہے کیونکہ یہ مال مباح لیا گیا ہے (شرط یہ ہے کہ یہ نیت نہ ہو کہ میں سود لے رہا ہوں، ورنہ ناجائز ہوگا)۔

(٥) اس کے باوجود بطور تنبیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حربی غیر مستامن سے زائد مال اعلانیہ لے گا اگر چہ وہ صحیح نیت کیساتھ لے گا، لیکن عوام اس پر رباخوری کا الزام لگائیں گے، چونکہ تہمت کے مقامات سے بچنا چاہئے اسلئے دینی حیثیت رکھنے والے حضرات کو اس سے بچنا چاہئے۔ (ترجمہ عربی عبارت ملخصاً......فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۱۱۵)

اس کے باوجود دوسری جگہ بیمے سے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں، یہ بالکل قمار ہے اور محض باطل کہ کسی عقد شرعی کے تحت داخل نہیں، ایسی جگہ عقود فاسدہ بغیر غدر کے جو اجازت دی گئی وہ اس صورت سے مقید ہے کہ ہر طرح اپنا ہی نفع ہو اور یہ ایسی کمپنیوں میں کسی طرح متوقع نہیں، لہٰذا اجازت نہیں۔ کما حقق المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (فتاویٰ رضویہ، ج ۷، ص ۱۱۳)

عقد بیمہ کو ضمانِ خطرِ طریق یا ضمانِ درک پر قیاس کرنے کا سوال تو اس وقت ہوگا جب بیمہ میں غررِ فاحش، قمار اور ربا وغیرہ مفاسد نہ پائے جائیں، ان کے ہوتے ہوئے قیاس اور الحاق کا کیا فائدہ ہوگا؟ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوکرہ کی جو صورت بیان کی ہے، اس میں تو انہوں نے ہلاک ہونے والے مال کا معاوضہ لینے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

والذی یظھر لی انہ لا یحل للتاجر اخذ بدل الھالك من مالہ لان ھذا التزام ما لایلزم (ردالمحتار، ج ۳، ص ۲۷۳)

(٦) ٹیکسوں سے بچنا ایسا امر نہیں ہے کہ انسان حالتِ اضطرار کو پہنچ جائے اور اس کیلئے ناجائز امور کا ارتکاب جائز ہو جائے۔

(٧) قانونی اعتبار سے بیمہ کرانا لازمی ہو تو ضرر سے بچنے کیلئے بیمہ کرا لیا جائے اور ساتھ ہی لکھ دیا جائے کہ میں یا میرا وارث اتنی ہی رقم لے گا جتنی کہ جمع کروائی گئی۔

(٨) ﴿الف﴾ جب یہ عقد ناجائز ہے تو اضافی رقم لینے والا گنہگار ہوگا اسے چاہئے کہ زائد رقم غرباء میں تقسیم کر دے۔
فسادات میں ناحق ضائع ہونے والے جان و مال کا معاوضہ قرار دے کر اضافی رقم کا وصول کرنا اور اپنے مصارف میں خرچ کرنا ایک ناجائز کام کا دروازہ کھولنے کا مترادف ہے، نیز نقصان کسی کا ہو اور معاوضہ کوئی دوسرا وصول کرے یہ بھی خلافِ معقول ہے۔

﴿ب﴾ اس سوال کا جواب سوال نمبر۲ کے جواب میں آ چکا ہے۔

(فقہ اسلامی، صفحہ ۲۳۷ تا ۲۳۹) (مضمون علامہ شرف صاحب لاہور)

مشورۂ فقیر اُویسی غفرلہٗ

چونکہ بیمہ وغیرہ کی ہر پالیسی خالی از خطرہ نہیں اس لئے فقیر کے رسالہ کے مطابق زِندگی بسر فرمائیں تواِن شاءَ اللہ دارین (دنیا و آخرت) کی فلاح و بہبود نصیب ہوگی اسی لئے اس رسالہ کا نام ہی بیمہ کا نعم البدل رکھا۔

و ما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم

و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ علیٰ ما اعطانا النعیم المقیم و فضلنا بانعام عمیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم و علیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

تمہید

امابعد! ہمارے دور میں بیمہ پالیسی زوروں پر ہے بیمہ کمپنی کے کارندوں کے سبز باغ دکھانے پر عوام اہلِ اسلام ان کی دام تزویر میں پھنستے جارہے ہیں، حالانکہ بینک ہو یا بیمہ، انشورنس و دیگر اکثر اس قسم کے کاروبار سُود پر چل رہے ہیں بیمہ پالیسی اِن سے زیادہ خطرناک ہے اس لئے کہ بیمہ دار کو دھوکہ یا فریب سے پھنسانے میں اس کے کارندے کوئی کسر نہیں چھوڑتے، بیمہ دار کو کاروبار کے منافع کئی گُنا سُنائے جاتے ہیں اور جھوٹے سچے فتاویٰ بیمہ دار کے سامنے رکھ دیئے جاتے ہیں اور سو فیصد جھوٹ سے ثابت کیا جاتا ہے کہ بیمہ سُود نہیں بلکہ تجارتی منافع کا حصّہ ہے۔

فقیر نے اس پر ایک ضخیم کتاب بیمہ زندگی مطابق فقہ حنفی لکھی ہے اس میں بیمہ کمپنی کے تمام حیلوں بہانوں کا پردہ چاک کیا ہے اس رسالہ میں صرف اتنا عرض ہے کہ خُدا ترس مسلمان بیمہ و بینک کے سُودی منافع سے احتراز کرے ورنہ خود کو ابھی سے جہنم کا ایندھن سمجھے مرنے کے بعد بے حساب و کتاب سیدھے جہنم میں۔ ہاں بیمہ کمپنی کے سبز باغ سَو فیصد انسان کی عین مُراد مثلاً (۱) سرمایہ محفوظ (۲) زندگی میں اور مرنے کے بعد جائداد کئی گنا زِیادہ (لیکن کھائیں گے ورثہ اور خود جہنم میں۔ سچ ہے، کمائے کون کھائے کون) (۳) حادثات کی صورت میں مالی امداد۔ اس خطرہ کے پیشِ نظر لوگ دھڑا دھڑ بیمہ کرا رہے ہیں بلکہ اب تو زندگی کے بیمہ کے علاوہ مکانات، موٹریں، کاریں و دیگر اشیاء کے علاوہ بازو، سَر، ٹانگیں اور شادی بیاہ، تعلیم وغیرہ وغیرہ غرضیکہ بیمہ میں ہر طرح کے مزے ہی مزے لیکن مرتے ہی جہنم کے انگارے۔ آج تو یہ سودا کیمیا سے کم نہیں، لیکن مرنے کے بعد بہت بڑا گھاٹا۔ یہ وہ سوچے گا جس مسلمان کا عقیدہ ہے، کالی قبر میں جہنم کی ہوا کھا جائے گی یا بہشت کی بہار۔ اختیار بدست مختار (٤) ورثہ کو مالی امداد، یہ تر نوالہ تو ہر انسان کی عین مراد ہے کہ مرنے کے بعد نا معلوم بیوی، بچوں کا کیا بنے گا، بیمہ کمپنی نے اس کی کمائی اپنے قبضہ میں لے کر ذِمہ داری لی کہ بیوی بچے جیتے جی بہشت میں لیکن آنصاحب دوزخ میں۔ اب مسلمان کی مرضی ہے جو چاہے عمل کرے۔ فقیر نے بیمہ پالیسی کی تمام شقوں کو اس رسالہ میں اسلامی طریقہ پر ڈھالا ہے، اس پر عمل ہو جائے تو بیمہ سے انکار نہیں لیکن عمل نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ ملکِ آئین ساز میں۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

تو برائے وصل کردن آمدی   نے برائے فصل کردن آمدی

جب سے انگریز نے علماء کرام سے شکست کھائی تو اس نے بھی قسم کھائی کہ علماء کرام کی عزت و آبرو خاک میں ملا کر رہے گا۔ چنانچہ انگریز کے دَور سے لیکر آج تک بنظر غائر دیکھ لیں کہ اس نے علماء کرام کی بے عزتی میں کون سی کسر چھوڑی اور تا حال اگرچہ حکومتیں اسلام کی مدّعی ہیں لیکن علماء کرام سے سلوک حقیر آمیز ہے۔ ان کے معاشرے میں زبوں سے زبوں تر اگر کوئی ہے تو وہ عالم دین ہے اگر کوئی عہدہ بخششیں گے تو اُسے جوان کے ڈھب کا ہے اور وہ بھی اپنے جیسے داڑھی مونڈے (دین سے بے بہرہ) کے نیچے اور ماتحت رکھ کر علماء کو بدنام کرنے کیلئے ہر اعلیٰ سے اعلیٰ شعبہ بلکہ ہر شعبہ میں مشہور کریں گے کہ علماء اسے حرام کہتے ہیں اور علماء کرام کے موقف اور ان کی اصل غرض ظاہر ہونے نہیں دیتے بلکہ فوائد و منافع بیان کر کے بار بار رٹ لگائیں گے کہ دیکھو کیسی اچھی اور اعلیٰ پالیسی ہے، لیکن علماء حرام کہتے ہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم)

مثلاً اسی بیمہ کا حال دیکھئے کہ اس کے فوائد و منافع لکھ کر چند اپنے ڈھب کے مولویوں اور لیڈروں کی تائید کے بعد کہیں گے علماء کرام حرام کہتے ہیں حالانکہ علماء کرام بیمہ کو بہتر سے بہتر طریقہ سمجھتے ہیں، حرام اس کے طریقہ کار کو کہتے ہیں بلکہ بیمہ کی ایجاد ہی مسلمان علماء کرام نے کی ہے۔ یاد رہے کہ قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی میں ہمارے زمانہ کی بیشتر ضروریات کا حل موجود ہے لیکن جدید تمدن اور صنعتی انقلاب نے اس زمانہ میں نت نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ معاملات، معاشیات اور اقتصادیات کے سلسلہ میں سینکڑوں ایسے مسائل پیدا ہو گئے ہیں جو حل طلب ہیں اور علماء اُمت کو دعوتِ فکر دے رہے ہیں کہ وہ فقہ اسلامی کی روشنی میں ان کا حل پیش کریں۔ اصل میں تو یہ کام اسلامی حکومتوں کا ہے کہ وہ اپنے وسیع تر ذرائع و وسائل استعمال کر کے عالم اسلام کے منتخب اور مستند علماء کو جمع کریں اور ان کے ساتھ نئے معاملات و مسائل جاننے والے ماہرین موجود ہوں پھر یہ سب حضرات قرآن حکیم، حدیث نبوی اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اِن جدید مسائل کے صحیح حل اور جوابات دیں، اسی طرح منصوص احکام کی علتوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ کر ان تمام جدید معاملات میں اِن کو جاری کریں جن میں وہ علتیں فی الواقع پائی جاتی ہیں، لیکن مشکل یہ ہے کہ پہلے تو کوئی مسلم حکومت اسلامی حل کیلئے تیار نہیں اگر کوئی ایک آدھا ملک کسی ایک شعبہ میں ہاتھ لگاتا ہے تو پھر سربراہی ایسے نااہل لوگوں کے سپرد کرتا ہے جو اُلٹا ملک و ملت کیلئے رُسوائی و بدنامی کا موجب بنتا ہے جیسے ہمارے ملک میں بارہا ایسے ہوا، مثلاً ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی سربراہی کا حال دیکھ لیجئے حالانکہ حکومت اس شعبہ میں کروڑوں روپے خرچ کرتی ہے لیکن معاملہ تقسیم ہوتا ہے اگر وہ سارا سرمایہ نہ سہی اس کا عشر عشیر بھی علماء حق پر خرچ کریں تو اعلیٰ سے اعلیٰ اسلامی طریقہ سے حل پیدا ہو سکتا ہے ہم بیمہ کے جواز کے متعلق مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہیں۔

بیمہ کے جواز کا حل

اصول اسلام کے ماتحت مروجہ بیمہ کے ایسے بے خطر اور بے ضرر بدل موجود ہیں کہ اُن کو بروئے کار لایا جائے تو نہ صرف مروجہ بیمہ کا اچھا بدل بن سکیں بلکہ قوم کے بے سہارا افراد کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا بہترین ذریعہ بن سکتے ہیں مگر یہ سب کچھ اسی وقت ہوسکتا ہے جب قوم میں اسلامی حمیت اور قومی غیرت کا شعور بیدار ہو، اپنی زندگی اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کیلئے تھوڑی بہت محنت اور قربانی کیلئے تیار ہوں اور اگر دوسروں کی نقالی ہی کو سرمایہ سعادت و ترقی سمجھ کر اس کے حصول میں حلال وحرام کے امتیاز اور فکر آخرت سے بے نیازی کو اپنا شعور بنالیا جائے تو ظاہر ہے کہ یورپ کے شاطر ہمارے اسلامی نظام زندگی کی حفاظت کی غرض سے خود کوئی تبدیلی کرنے سے رہے۔

یہاں ایک مشکل یہ بھی ہے کہ معاملہ انفرادی نہیں اجتماعی ہے اگر چند افراد اس مقصد کیلئے تیار بھی ہوں تو یہ کام نہیں چل سکتا۔ جب تک کوئی متعدبہ جماعت اس کام کو مقصد زندگی بنا کر آگے نہ بڑھے یا کوئی اسلامی حکومت نیک نیتی سے اسے اپنے ہاتھ میں نہ لے۔

بیمہ کیلئے اسلامی قواعد و ضوابط

(۱) بیمہ پالیسی کی حاصل شدہ رقوم کو مضاربت [۱] کے شرعی اصول کے مطابق تجارت پر لگایا جائے اور معینہ سُود کے بجائے تجارتی کمپنیوں کی طرح تجارتی نفع تقسیم کیا جائے، نقصان سے بچنے کیلئے لمیٹڈ کمپنیوں کی طرح اس کی نگرانی پوری کی جائے اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جائے، سُودخوری کی خودغرضانہ اور غیر منصفانہ عادت کو گناہ عظیم سمجھا جائے کہ دوسرے شریک کا چاہے سارا سرمایہ ضائع ہوجائے ہمیں اپنا راس المال مع نفع کے اُس کے وصول کرنا ضروری۔ یہی وہ منحوس چیز ہے جس کے سبب نص قرآنی کے مطابق سود کا مال اگرچہ گنتی میں بڑھتا نظر آئے مگر معاشی فوائد کے اعتبار سے وہ گھٹ جاتا ہے اور انجام کار رہتا ہی لاتا ہے اور یہ گنتی کا فائدہ بھی پوری قوم سے سمٹ کر چند افراد یا خاندانوں میں محصور ہو جاتا ہے ان کے علاوہ پوری قوم مفلس سے مفلس تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

---

[۱] مضاربت فقہ اسلامی کا اصطلاحی لفظ ہے اس کا شرعی معنی یہ ہے کہ ایک کا مال دوسرے کی کمائی، نفع ونقصان میں حصہ داری کے لحاظ سے شریک ہوں گے، مال دیتے ہی منافع متعین کرنا مثلاً نصف ونصف وغیرہ تو جائز ہے لیکن رقم متعین کرنا، مثلاً ایک ہزار پر یکصد روپیہ سالانہ وغیرہ۔ پہلی قسم شرعی مضاربت ہے دوسری قسم بیمہ کمپنی اور بینک وغیرہ کی اصطلاح ہے یہی سود ہے اور حرام ہے ہم پہلی قسم چاہتے ہیں دشمنان اسلام قسم دوم۔

(۲) بیمہ کے کاروبار کے امداد باہمی کا کاروبار بنانے کیلئے بیمہ پالیسی خرید نے اپنی رضامندی سے اس معاہدہ کے پابند ہو کہ اس کاروبار کے منافع کا ایک معتد بہ حصہ نصف یا تہائی چوتھائی ایک ریز روفنڈ کی صورت میں محفوظ رکھ کر وقف کریں گے جو حوادث میں مبتلا ہونیوالے افراد کی امداد پر خاص اصول [1] وقواعد کے ماتحت خرچ کیا جائے گا۔ [2]

(۳) بصورت حوادث یہ امداد صرف اُن حضرات کے ساتھ مخصوص ہو گی جو اس معاہدہ کے پابند اور اس کمپنی کے حصّہ دار ہیں، اوقاف میں ایسی تخصیصات میں کوئی مضائقہ نہیں وقف علی الاولاد اس کی نظیر موجود ہے۔

(٤) اصل رقم مع تجارتی نفع کے ہر فرد کو پوری پوری ملے گی اور وہ اس کی ملک اور حقیقت سمجھی جائے گی، امداد باہمی کا ریز روفنڈ وقف ہو گا جس کا فائدہ وقوع حادثہ کی صورت میں اس وقت کرنے والے کو بھی پہنچے گا اور اپنے وقف سے خود کوئی فائدہ اٹھانا اصولِ وقف کے منافی نہیں، جیسے کوئی رفاہِ عام کیلئے ہسپتال وقف کرے پھر خود اس کی اور اس کی اقرباء کی قبریں بھی اس میں بنائی جائیں۔

(۵) حوادث پر امداد کیلئے مناسب قوانین بنائے جائیں، جو صورتیں عام طور پر حوادث کہی اور سمجھی جاتی ہیں اُن میں پسماندگان کی امداد کیلئے معتد بہ رقم مقرر کی جائے اور جو صورتیں عادۃً حوادث میں داخل نہیں سمجھی جاتی، جیسے کسی بیماری کے ذریعہ موت واقع ہوجانا اس کیلئے یہ کیا جاسکتا ہے کہ متوسط تندرستی والے افراد کیلئے ساٹھ سال کی عمر طبعی قرار دے کر اس سے پہلے موت واقع ہوجانے کی صورت میں بھی کچھ مختصر امداد دی جائے متوسط تندرستی کو جانچنے کیلئے جو طریقہ ڈاکٹری معائنہ کا بیمہ کمپنی میں جاری ہے وہ استعمال کیا جاسکتا ہے بیمار یا ضعیف آدمی کیلئے اسی پیمانہ سے عمر طبعی کا ایک انداز مقرر کیا جاسکتا ہے۔

(٦) چند قسطیں ادا کرنے کے بعد سلسلہ بند کردینے کیصورت میں دی ہوئی رقم کو ضبط کرلینا ظلم صریح اور حرام ہے اس سے اجتناب کیا جائے، ہاں کمپنی کو ایسے غیر محتاط لوگوں کے ضرر سے بچانے کیلئے معاہدہ کی ایک شرط یہ رکھی جاسکتی ہے کہ کوئی شخص حصہ دار بننے کے بعد اپنا حصہ واپس لینا چاہے یعنی شرکت کو ختم کرنا چاہے تو پانچ یا سات یا دس سال سے پہلے رقم واپس نہ کی جائے گی اور ایسے شخص کیلئے تجارتی نفع کی شرح بھی بہت کم رکھی جاسکتی ہے بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ کل معہودہ رقم کے نصف ہونے تک کوئی نفع نہیں دیا جائے گا نصف کے بعد ایک خاص شرح نفع کی متعین کردی جائے مثلاً روپیہ میں ایک آنہ دو آنے، یہ سب امور منتظمہ کمیٹی کے صوابدید سے طے ہوسکتے ہیں، ان کا اثر معاملہ کے جواز وعدم جواز پر نہیں پڑتا۔

---

[1] سابق دور کی تاریخ پڑھیں گے تو آپکو اس مضاربت پر عمل کرنے والے ہزاروں مفلس کنگالی کہلوانے بعد کو بڑے امیر کبیر مشہور ہوئے۔

[2] شریعت نے اوقاف کا باب اسی لئے کھلوایا، جس پر سلطان نورالدین زنگی، سلطان ایوبی ودیگر شاہان اسلام نے عمل کر کے نام بھی پیدا کیا اور جنت کے بھی حقدار ہوئے افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں صرف خانقاہوں ومساجد کے اوقاف کے اربوں روپے جہنم خانے میں جارہے ہیں اگر صرف اسی شعبہ کی بھی دیانتداری وایمانداری سے اصلاح کی جائے پھر ملک کا حال دیکھئے۔

نظام زکوٰۃ و عشر وغیرہ

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق پر یہ نظام دیانت داری سے چلایا جائے تو تھوڑے عرصہ میں وہ وقت دُور نہ ہوگا کہ زکوٰۃ والے نہ ملیں گے دورِ ضیا (پاکستان کے تیسرے فوجی صاحب) میں معمولی طور پر اور وہ بھی غلط طریقہ سے اس نظام کو چلایا گیا اگرچہ حرام خوروں نے تجوریاں پُر کیں لیکن پھر بھی غرباؤ مساکین بالخصوص مدارس عربیہ کو فائدہ ہوا اگرچہ یہاں بھی غلط کاری زوروں پر ہی اور ہے۔

خیر خواہانہ مشورہ

بینکنگ اور بیمہ کا موجودہ نظام بھی تو کوئی ایک سال میں قابلِ عمل نہیں ہوا ایک صدی سے زیادہ اس میں غور و فکر اور تجربات کی بناء پر رڈوبدل کرنے کے بعد اس شکل میں آیا ہے جس پر اطمینان کیا جاسکتا ہے۔ اگر صحیح جذبہ کے ساتھ اس کا تجربہ کیا جائے اور تجربات کیساتھ شرعی قواعد کے ماتحت اصلاحات کا سلسلہ جاری رہے تو چند سال میں بلا سُود کی بنکاری اور بیمہ وغیرہ شرعی اصول پر پورے استحکام کے ساتھ بروئے کار آسکتا ہے۔ نظام مضاربت کے تحت بنکاری کا ایک لازمی اثر یہ بھی ہوگا کہ ملک کی دولت سمٹ کر چند افراد یا خاندانوں میں محصور ہو کر نہیں رہ جائے گی بلکہ تجارتی نفع کی شرح سے پوری قوم کو معتدبہ فائدہ حاصل ہوگا۔

مجرب نسخہ

ریاست حیدرآباد میں ایک مرتبہ اس کا عملی تجربہ بھی کیا جاچکا ہے اور اس کو خاصی کامیابی ہوئی ہے۔

اسلامی بینک

کامیابی کام کا نام ہے نہ کہ صرف باتوں کاغذی کاروائی کوئی ادارہ یا خود حکومت ہمت کر کے غیر سودی بینک جاری کرے۔ جن کی اساس شرکت اور مضاربت پر قائم کی جائے اس طرح سرمایہ کی حفاظت بھی ہوگی اور مال کا بھی جائز طریقوں سے اضافہ ہوتا رہے گا اسلام کے معاشی نظام کا جس شخص نے بغور مطالعہ کیا ہوگا وہ ضرور اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اسلام ارتکازِ دولت کا حامی نہیں ہے کہ روپیہ ایک جگہ جمع کر دیا جائے اور بدوں تجارت کی اس سے منافع حاصل کیا جائے، روپیہ سے روپیہ حاصل کرنا اسلام کے نقطۂ نظر سے صحیح نہیں ہے سرمایہ میں جو لوگ اضافہ چاہتے ہیں اُن کیلئے تجارت کی شاہراہ کھلی ہوئی ہے، تجارت سے سرمایہ دار کا بھی فائدہ کہ سرمایہ میں اضافہ ہوتا رہے گا اور زکوٰۃ دولت کو ختم نہیں کرے گی اور ملک وقوم کا بھی فائدہ ہے کہ تجارت کو فروغ ہوگا سرمایہ تجوریوں سے نکل کر منڈیوں اور بازاروں میں پہنچے گا۔ صنعت اور انڈسٹری کی کثرت ہوگی مزدوروں اور ملازمت پیشہ لوگوں کو کام ملے گا۔ واضح رہے کہ اسلام اپنے معاشی نظام کی بنیاد زکوٰۃ پر رکھتا ہے۔ برخلاف سرمایہ دارنہ نظام کے کہ وہاں سُود ریڑھ کی ہڈی کا حکم رکھتا ہے۔

فیصلہ الٰہی

قرآن کریم نے اسلام کے معاشی نظام کو مختصر سے مختصر لفظوں میں اس طرح سمجھایا ہے:

کی لا یکون دولة بین الاغنیاء (سورۃ الحشر، پ۲۸)

ترجمہ: تاکہ نہ آئے لینے دینے میں صرف دولت مندوں کے تم میں سے۔

فائدہ...... آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ یہ مصارف اس سے پہلے مصارف بتلائے گئے ہیں، اس لئے بتلائے ہیں کہ ہمیشہ یتیموں محتاجوں، بے کسوں اور عام مسلمانوں کی خبر گیری ہوتی رہے اور عام اسلامی ضروریات سرانجام پاسکیں۔ یہ اموال محض چند دولت مندوں کے اُلٹ پھیر میں پڑ کر ان کی مخصوص جاگیر بن کر نہ رہ جائیں جس سے صرف سرمایہ دار اپنی تجوریوں کو بھرتے رہیں اور غریب فاقوں سے مریں۔

غیر سودی بینک کا اجراء کوئی محض تخیلی چیز نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے جس کو بڑی آسانی سے بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔ یورپ کی ذہنی غلامی نے دماغوں پر یہ عقیدہ مسلط کردیا ہے کہ سُود کے بغیر معاشی نظام چل ہی نہیں سکتا۔ ان حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج بھی کچھ ممالک ترقی کی راہ پر گامزن ہیں بلکہ ان کی معاشی حالت سُودی ملکوں سے زیادہ بہتر ہے اگر کچھ اسلامی حکومتیں ہمت کرکے سُود کے اس نظام سے نجات حاصل کرلیں تو بین الاقوامی طور پر بھی اس کا اثر ہو۔ بینک آف انگلینڈ قسم کے بین الاقوامی بینک ان ملکوں کو غیر سُودی کاروبار کی سہولتیں مہیا کریں اور لوگوں کا یہ عذر کہ ہم سُود کے بغیر بین الممالک تجارت کس طرح کرسکتے ہیں، ختم ہوجائے۔ (بیمۂ زندگی۔ کراچی)

خیراتی ادارے

اس کی اصل بنیاد تو یہی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ کریمہ اصحاب صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کیلئے فرمایا خود ان کی نگرانی فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کی خدمت کی ترغیب وتحریص دلاتے آپ کے اس طریقہ کار سے سینکڑوں نادار اور مساکین دور دور سے آکر پرورش پاتے پھر یہی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے جہانبانی وجہاں رانی کو فروغ دیا۔

ایسے اداروں کو چلانے کیلئے ایثار وجذبہ قربانی کے افراد تیار کئے جائیں اور عوام میں بذریعہ مواعظ وپند اور رسائل وپمفلٹ چھاپ کر ترغیب وتحریص دلائی جائے۔

الحمدللہ آج بھی جذبۂ صدیقی سے سرشار افراد کی کمی نہیں جو اپنا تن من دھن راہِ خدا میں لٹانے کو تیار ہیں جیسے بیمہ اور بینک کیلئے پرچار کیا جاتا ہے ان کی ترغیب وتحریص میں پانی کی طرح پیسہ بہایا جاتا ہے اگر ایسے اداروں کیلئے اس کا عشر وعشیر بھی خرچ ہوتو بھی بڑا کام ہوسکتا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ

یاد رہے کہ جس قرآن حکیم نے بار بار نماز کی تاکید فرمائی ہے اسی طرح تکرار و اصرار سے زکوٰۃ، صدقات اور خیرات کے متعلق وارد ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس طرح نماز روزمرہ کی عبادت ہے۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں کچھ نہ کچھ روزانہ ہی دیتے رہنا چاہئے۔ حسبِ توفیق کوئی روپیہ دے یا کوئی پیسہ ہی دے یا کم وبیش، دینا ضرور چاہئے۔

راہ خدا میں خرچ کرنے کی ترغیب

اسلام کو اپنے حقوق میں نماز تمام عبادات سے محبوب تر ہے تو حقوق العباد خدمت خلق تمام عبادات سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کا غور سے مطالعہ کرنے والوں کو دعوت غور وفکر ہے کہ قرآن مجید میں اگر صلوٰۃ کا ذِکر چند مشتقات سمیت ستر سے کچھ زیادہ مرتبہ آیا ہے، اس کے مقابلے میں زکوٰۃ، صدقات انفاق اور ایتائے مال کا حکم اور ترغیب سَو سے زیادہ بار پائی جاتی ہے۔

تفصیل ملاحظہ ہو:

۲۷ مرتبہ	انفقوا ، انفق اور انفقتم کے تحت یعنی خرچ کرنا۔
۲۸ مرتبہ	ینفقوا ، ینفق اور ینفقون۔
۱۱ مرتبہ	تنفقوا ، تنفقون وغیرہ
۱ مرتبہ	منفقین
۱۴ مرتبہ	صدقه یا صدقات
۲ مرتبہ	متصدقین
۲۴ مرتبہ	زکوٰۃ
۱۰۸	میزان

اس کے علاوہ ۷۸ سے زیادہ مرتبہ مال اور اموال کا لفظ مستعمل ہوا ہے ان میں سے صرف چند مقام مَدح کے طور پر ہیں اسی رنگ میں کہ اللہ کی راہ میں اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کیا جائے، باقی تمام جگہوں پر مذمت نکلتی ہے اس صورت میں کہ اُسے جمع کیا جائے یا اس سے محبت کی جائے یا اس کے حصول اور خرچ کے ذرائع ناروا ہوں۔

اس سے یہ بات پوری طرح نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ مالیات کے متعلق قرآن کیا چاہتا ہے اگر ان تمام مقامات کو شرح وبسط سے لکھا جائے تو پوری کتاب بن جائے اور ایک سچے مسلمان کیلئے حبِ مال کی کوئی اجازت وگنجائش نہیں نکلے گی کہ وہ اُسے کاملاً اللہ کی راہ میں لگادے۔

مسلمان آج بھی بے اندازہ مال یہ سمجھ کر خرچ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں دے رہے ہیں لیکن اس سے قرآن حکیم کے مطلوبہ وموعودہ نتائج برآمد نہیں ہوتے، اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ ہمارے حصول مال کے ذرائع اور خرچ کرنے کے طریقے بہت کچھ غیر قرآنی اور غیر حکیمانہ ہوگئے ہیں۔

قرآنِ حکیم کسبِ حلال پر بے حد زور دیتا ہے پھر اس کو خرچ کرنے کیلئے اجتماعی اور تنظیمی احکام صادر فرماتا ہے۔ ناجائز ذرائع سے کمائی کرنا اور پھر تنہا تنہا اپنی من مانی رسموں پر خرچ کرنا ہرگز ہرگز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق نہیں ہوسکتا۔ آج بھی جہاں تنظیم اور اجتماعیت کے اصول پر کہیں کہیں تعمیری کام ہو رہا ہے اس سے قوم کو فوائد حاصل ہو رہے ہیں لیکن اس کی مقدار اتنی کم ہے کہ اس پر اظہار اطمینان نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن حکیم دین فطرت کا ترجمان ہے اس میں عالم گیر اور ابدی صداقتیں مندرج ہیں، زید وعمر، بکر جو بھی اس کے کسی حکم پر عمل کرے گا، بشرط ایمان اس کے فوائد دنیا وآخرت میں حاصل کرے گا اور عدم ایمان کی صورت میں اس دنیا میں بہرہ مند ہوگا۔ کافر صاف ستھرا اور خورد ونوش میں محتاط ہوگا تو صحت سے مطمئن رہے گا اور مومن یہی عمل کرکے صحت کے ساتھ عبادت کی برکات بھی حاصل کرے گا۔ ذیل میں ہم ایک غیر مسلم ادارے کی رفاہی خدمات کا ذکر درج کرتے ہیں۔ جس سے مذکورہ بالا حقائق کی تصدیق سامنے آجاتی ہے۔

آکسفام

تقریباً ۲۳ سال قبل آکسفورڈ، انگلستان کے چند شہریوں نے یونان کے قحط زدہ بچوں کی امداد کیلئے فنڈ جمع کرنے والی کمیٹی کی حیثیت سے آکسفام نام کا ایک ادارہ قائم کیا۔ٹھیک اسی طرح جیسے بنگال کے قحط زدہ یتیموں کی امداد کیلئے فیض الاسلام کا قیام عمل میں آیا۔

آکسفام نے ۶۴۔۱۹۶۳ء کہاں تک ترقی کی؟ اس کی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ ۲۹ لاکھ پونڈ کی رقم جمع کی جس میں سے (مذہب، رنگ، ملت اور سیاست سے بے نیاز ہوکر) نوے ملکوں کے ۵۸۰ منصوبوں کیلئے تقریباً ۴۴ لاکھ پونڈ کی رقم دی گئی۔

قدرتی آفات اور ناگہانی تباہیوں میں فوری عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً مشرقی پاکستان کے گزشتہ طوفان سے متاثر ہونے والے خاندانوں کی آبادکاری کیلئے دو لاکھ اکاون ہزار تین سو ساٹھ روپے ارسال کئے۔اس سے پہلو کانگو کے قحط میں تین لاکھ پونڈ کی رقم ارسال کی۔ ستمبر ۱۹۶۲ء میں ایرانی زلزلے کے تباہ شدہ لوگوں کیلئے بیس ہزار پونڈ فوری امدادی کاموں کیلئے بھیجے گئے اس کے علاوہ تیار کردہ مکانات بھی روانہ کئے گئے۔ یونان کے زلزلے میں چار ہزار پونڈ ابتدائی امداد کے طور پر بھیجے گئے۔

بعض ممالک جو اپنے ترقیاتی منصوبوں کو عملی شکل دینے میں مالی وجوہ سے قاصر رہتے ہیں آکسفام ان کی دیرپا مدد کرتا ہے۔ مثلاً ہانگ کانگ، کوریا، عدن اور لیبیا میں منصوبوں کی امداد اور جنوبی افریقہ یا سوٹو لینڈ، سوازی لینڈ، بیچوانا لینڈ، ہندوستان، پاکستان اور جنوبی امریکہ میں مختلف تفصیلی منصوبوں کی امداد کرنا بھی شامل ہے۔

جنوبی کوریا کے ساحل کے قریب جزائر ہک سان کے باشندوں کا ذریعہ معاش اور غذا کا انحصار ماہی گیری پر ہے۔ آکسفام نے ان کے اس مقصد کے تحت ایک ادارہ کو ڈیزل سے چلنے والی چھ چھ ٹن کی ماہی گیری کی دو کشتیاں دی ہیں۔ ہانگ کانگ میں آکسفام مچھلی کی تعداد کو بڑھانے میں مدد دے رہا ہے۔

الجیریا میں آکسفام کی مالی امداد سے نخلستان کو تین سو افراد کی رہائشی بستی میں تبدیل کیا جارہا ہے۔سسلی میں چھوٹے تجرباتی منصوبوں کو زیرِ عمل لانے میں مدد دی جا رہی ہے۔ یونان میں دوسرے منصوبوں کے علاوہ آکسفام کی مالی امداد سے شمالی ضلع کے کوہستانی دیہاتوں میں تاریخ میں پہلی بار تازہ پانی فراہم کیا جارہا ہے۔

ایک اور مالی امداد کے تحت ایشیا، افریقہ اور جنوبی امریکہ کے ۲۸ سے زائد ترقی پذیر ممالک کو بیج اور کیمیاوی کھاد مہیا کی جارہی ہے۔
اس اسکیم کی ایک خصوصیت نہایت قابل قدر اور قابل تقلید یہ ہے کہ کاشت کاروں کو اشیاء کی قیمت کا ایک حصہ ایک متحرک فنڈ میں دینا پڑتا ہے جس سے آپ اپنی مدد کے اصول کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے اور جس کے تحت اس مالی امداد سے بہت زیادہ اشخاص فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
یعنی یہ امداد ایسی خیرات نہیں، جس سے اپاہجوں نکموں اور مفت خوروں کی تعداد میں اِضافہ ہو بلکہ اس سے کارکنوں کی خفتہ صلاحیتوں کو بیدار کر کے ایسا کام لیا جاتا ہے کہ آگے چل کر وہ خود دوسروں کے کام آسکیں اور اس طرح فعال زندگی کی لہر کو آگے بڑھاتے جائیں یہاں تک کہ آخر کار کوئی محتاج نظر نہ آئے۔

کس نماند در جہاں محتاج کس　　　　نکتہ، شرع مبیں این است و بس

اسلام کا نظام زکوٰۃ وصدقات اس کی عملی شکل پیش کر چکا ہے۔ جب کہ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں کوئی شخص زکوٰۃ لینے والا نہیں ملتا تھا۔ آج بھی ہم اپنے محاصل ومصارف کو اسلامی سانچے میں ڈھال لیں تو تمام انفرادی واجتماعی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں اور ہمیں دوسری قوموں کی دست نگری اور قرضوں سے نجات مل سکتی ہے۔
جب بھوک سے نجات کی مہم عالمی پیمانے پر چلائی گئی تو آکسفام نے بیچوانالینڈ، باسوٹو لینڈ اور سوازی لینڈ کے افریقی منصوبوں میں امدادی حصہ لیا، یعنی غذائی پیداوار کو بڑھانا، نجی آمدنی اور روزی کمانے کی قومی قوت کو ترقی دینا اس کا مقصود تھا۔

ذرائع آمدنی

آکسفام کو زرِنقد کہاں سے ملتا ہے؟ اس کی امداد کا زِیادہ تر حصّہ اس کے ۳۷ ہزار مستقل چندہ دینے والوں سے حاصل ہوتا ہے جن کے ماہانہ چندے رضا کاروں کی ایک فوج کے ذریعے جمع کئے جاتے ہیں یعنی یہ فوج تنخواہ دار نہیں ہے، اپنی خواہش سے اس کام کو سنبھالے ہوئے ہے، ان کے علاوہ چار لاکھ مزید چندہ دینے والے بھی ہیں۔ اسکول کے طلباء اور طالبات تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار پونڈ چندہ جمع کرتے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آکسفام سے ان لوگوں کی دلچسپی محض زبانی نہیں ہے۔
برطانیہ میں اس قسم کے مقاصد کیلئے کام کرنے والے اداروں میں سے آکسفام محض ایک ادارہ ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے خادم خلق ادارے **خدمت خلق** کا کام کر رہے ہیں لیکن اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ سیاست، مذہب وغیرہ تفریقوں سے بالاتر، عالمی اور انسانی خدمت کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے ہیں۔

اور ہم

ہم عالمگیر اور ابدی دین کے مُدعی ہوکر چھوٹے چھوٹے محدود ٹکڑوں میں بٹ کر رہ گئے ہیں اور محض رسمی و نمائشی امور میں لاکھوں کروڑوں روپیہ بغیر کسی شرعی و عقلی نصب العین کے خرچ کرڈالتے ہیں، مذہبی اور سیاسی رہنما جو ہماری دینی اور سماجی رہنمائی کے ذِمہ دار ہیں، ان میں سے بیشتر ایسے ہیں جو ہماری غلط روش کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور کلمہ حق زبان پر لانے سے ہچکچاتے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ راہِ خدا میں دیا ہوا مال آپ کی دنیا وآخرت کیلئے عزت وآبرو کا باعث ہوتو اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رہنمائی کے مطابق خرچ کیجئے جولوگ اس رہنمائی سے فائدہ نہیں اٹھاتے، اُن کے متعلق ارشاد ہے:

قل هل ننبئكم بالاخرين اعمالا الذين ضل سعيهم فى الحيوة الدنيا و هم يحسبون انهم يحسنون صنعا، اولئك الذين كفرو بايت ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيٰمة و زنا (کہف،ع۱۲)

جن لوگوں کی سعی وعمل دنیاہی کی زندگی میں ضائع ہورہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ بڑے بڑے اچھے کارنامے انجام دے رہے ہیں میں تمہیں بتاؤں کہ وہ کون ہیں؟ وہ ربانی احکام اور جزائے اعمال سے انکار کرنے والے ہیں۔ سوان کے تمام کارنامے بالکل بے کار ثابت ہوں گےاور روز قیامت ان کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔

اب بہت ضروری ہے کہ تعاون علی الخیر کے جذبہ کے تحت ایسے ادارے۔ قائم کئے جائیں جو اربابِ خیر اور مال داروں سے عطیات وصول کرے اور ان سے جمع شدہ رقوم کوتجارت اور انڈسٹری میں لگائیں ان اداروں کا کام یہ ہو کہ وہ تحقیق حال کے بعد نقصان زدہ افراد اور خاندانوں کی مالی امداد کریں اس سلسلہ میں عام ادارے بھی بنائے جاسکتے ہیں اور خاص بھی۔ خاص کی صورت ہو کہ تاجر اپنا الگ ادارہ بنائیں،صنعت کار اپنا الگ۔

اسلامی حکومت اگر اس سلسلے میں جبر کرنا چاہئے تو جبر بھی کر سکتی ہے کیونکہ حکومت کو زکوۃ کے علاوہ بھی بعض صورتوں میں رعایا سے جبری عطیات وصول کرنے کا حق ہے۔ چنانچہ ایک حربی فقہ میں ہے۔

فان اريدبها ما يكون بحق، ككرى النهر المشترك واجر الحارس والموظف لتجهير الجيش وفداء الاسارى وغيرها جازت الكفالة. بها على الاتفاق (بدایۃ الکفالۃ،ج۳،ص۱۰۹)

اگر اس سے وہ ٹیکس مراد ہیں جو جائز اور صحیح ہیں اور جیسے مشترک نہر کا کھودنا، پولیس کا تنخواہ یا فوج کا انتظام کرنے والوں کی تنخواہ جو سب پر ڈالدی جائے یا قیدیوں کو کافروں کے قید سے چھڑانے کیلئے عطیات تو اتفاقاً ان کی کفالت کی جاسکتی ہے۔

عاقلہ کا اجراء

اسلام کا قاعدہ ہے کہ ضررِ عام ضررِ خاص سے مقدم ہے یہ بھی تو اسلامی قانون کا اصول ہے ان تعاونی اداروں کے علاوہ دوسرا اقدم یہ ہو کہ معاقل کے اسلامی نظام کو پھر سے اسلامی معاشرہ میں جاری کیا جائے۔

عاقلہ

فقہ اسلامی میں یہ ایک مستقل باب ہے اور معاقل، معامعقلۃ کی جمع ہے، خون بہا کو کہتے ہیں، عقل کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں اور دیت کے طریق کار سے لوگوں کی جانیں مفت میں چلی جانے سے محفوظ ہو جاتی ہیں۔ اس لئے خون بہا کو عقل کہتے ہیں اور عاقلہ اس جماعت کو کہتے ہیں جو قاتل کی طرف سے اجتماعی طور خون بہا ادا کرتا ہے۔

نبوی بیمہ

ہجرت کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین کے درمیان **بھائی چارہ** قائم کرایا تو ایک دستاویز بھی تحریر فرمائی جس میں دونوں کو ایک جماعت قرار دے کر حوادث اور نقصانات کی ذِمہ داری ایک دوسرے پر ڈالی۔

محدث کبیر ابی ابن شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے:

كتب رسول اللّه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كتاباً بين المهاجرين و الانصار ان يعقلوا معاقلهم و ان يفدو اعاينهم بالمعروف والاصلاح (نصب الارایہ، ج ۴)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین کیلئے ایک تحریر لکھوائی جس میں یہ تھا کہ انصار اور مہاجرین ایک دوسرے کی دیت ادا کریں گے اور اگر کوئی قید ہو جائے تو اس کا فدیہ ادا کریں گے، قاعدہ قانون اور اصلاح باہمی کے طریق پر۔

قبائلی سسٹم میں قبیلہ عاقلہ سمجھا جاتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دواوین کو ترتیب دیا تو اہل الدیوان عاقلہ قرار پائے، پیشوں کی بنیاد پر بھی ایک پیشہ والوں یعنی برادری کو عاقلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

و لهذا قالو لو كان اليوم قوم تنا صرهم با الحرف فعا قلتهم اهل الحرفة (ہدایہ اخیرین، ج۴، ص۶۱۲)

اسی بنا پر مشائخ نے فرمایا ہے کہ آج کل تناصر واعانت باہمی پیشوں کے طریق پر رائج ہوتا ہو تو ایک پیشہ میں منسلک افراد (برادری) عاقلہ قرار دیئے جائیں گے۔

فائدہ...... عاقلہ پر ذمہ داریاں ڈالنے کی غرض وغایت اور اس کی حکمت امام سرخسی اس طرح بیان کرتے ہیں عاقلہ پر ذمہ داریاں ڈالنا عقلی طور پر یوں سمجھئے:۔

قاتل جب فعل قتل کا ارتکاب کرتا ہے تو اس اقدام میں خارجی قوت وطاقت کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ قتل کی پاداش میں جب میں پکڑا جاؤں گا تو میرے حمایتی (قبیلہ یا برادری) میری مدد کو پہنچیں گے اب حمایت ونصرت کے چند اسباب ہوتے ہیں کبھی یہ اہلِ دیوان کی یک جہتی پر مبنی ہوتی ہے، کبھی قبیلوں اور خاندانوں والوں کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ کبھی محلے اور پیشوں کی بناء پر ہوتی ہے، چونکہ قاتل ضرورت کے وقت ان سے ہی قوت وطاقت حاصل کرتا ہے اس لئے خون بہا بھی ان ہی پر لگایا جائے گا تاکہ یہ لوگ اپنے میں سے ناسمجھ اور بے وقوف لوگوں کو اس قوم کی حماقتوں سے روکیں، خون بہا کا مال بھی مقدار میں ہوتا ہے اس لئے سب پر ڈالنے سے وصولی میں بھی آسانی ہوجاتی ہے ہر ایک شخص ادا بھی اس خیال سے کردیتا ہے کہ کل اگر مجھ سے بھی اس قسم کا فعل سرزد ہوگیا تو یہی لوگ میرا خون بہا ادا کردیں گے۔ (المبسوط السرخسی، ج۲۶، ص۲۶)

مسئلہ...... اگر کسی مقام پر کوئی مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چل سکے تو وہاں کی آبادی از روئے شرعی اجتماعی طور پر اس کا خون بہا ادا کرتی ہے۔

شرعی بیمہ

ان مسائل کی روشنی میں ایسا طریق کار اختیار کیا جاسکتا ہے کہ حادثات کی صورت میں ہر پیشہ کا عاقلہ (برادری یا یونین) خون بہا ادا کرے، مثلاً بسوں اور ٹرکوں کے مالک ایک عاقلہ قرار دیئے جائیں کسی کی بس سے کوئی جانی یا مالی نقصان ہو جائے تو ان کی انجمن ادائیگی نقصان کی ذمہ دار ہو اس سلسلہ کو دوسرے پیشوں اور حرفوں تک بھی پھیلایا جاسکتا ہے اور ان کے قواعد وضوابط بنائے جاسکتے ہیں۔ عاقلہ پر ذمہ داری ڈالنا یقیناً ان حوادث میں کمی کا باعث بھی بن سکتا ہے جب کہ حوادث میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے اور دن بدن ہو رہا ہے اور اب تو انشورنش کے نظام کی وجہ سے یہ عالم ہو گیا کہ لوگ خود اپنی موٹروں، بسوں، ٹرکوں کو حادثہ کا شکار بنانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ اس طریقہ سے بیمہ کمپنی سے معقول رقم وصول کی جائے، رہی قانونی گرفت تو اس سے بچنے کی راہیں تو ملک کے نرم قوانین اور پھر وکلاء کی موشگافیوں نے بڑی حد تک ہموار کر رکھی ہیں۔

کفالت

کفالت کے ذریعہ پسماندگان کی مالی امداد بڑی حد تک ہو جاتی ہے لوگ بیمہ اس لئے کراتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد ان کی اولاد کسمپرسی کے عالم میں مبتلا نہ ہو اس مقصد کے سلسلہ میں عرض ہے کہ اگر کسی جگہ اسلامی نظام معیشت کی ترویج صحیح معنی میں ہو تو کوئی باپ اپنے مرنے سے اس لئے خوف زدہ نہیں ہوسکتا کہ میرے مرنے کے بعد میری اولاد مصیبتوں کی شکار ہوگی کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسلام کے دستور مملکت میں یہ دفعہ بھی شامل ہے۔

حدثنا محمود قال اخبرنا اسرائیل عن ابی حصین عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم انا اولی بالمومنین من انفسهم فمن مات و ترک مالا فماله المولی العصبة و من ترک کلا او ضیاعا فلا دع له (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں مومنین سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہوں لہٰذا جو شخص مال چھوڑ کر مرے تو وہ مال تو اس کے عصبات کا ہے اور جو شخص عاجز و درماندہ قرابت اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑے تو مجھے اس کے لئے بلایا جائے۔

نہ صرف وہ شخص متوفی کے پسماندگان کی مالی امداد اسلامی حکومت کے ذمہ ہے بلکہ اگر اس پر کسی کا قرض بھی ہو تو اسکو بارِ آخرت سے سبکدوش کرانا اور قرض خواہ کو اس کا حق دلوانا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فمن مات و علیه دین و لم یترک رفاء فعلی قضاه (ابوداؤد)

پس جس شخص نے انتقال کے بعد قرض چھوڑا اور اس کی جگہ کی ادائیگی کا کوئی سامان نہیں ہے تو میرے ذمہ اس کی ادائیگی ہے۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ عام ناداروں اور غریبوں کی کفالت بھی اسلامی حکومت کی ذمہ داریوں میں داخل ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض وقت قرض لے کر ناداروں اور غریبوں کی داد رسی فرمائی اور ان کو ننگا بھوکا نہیں رہنے دیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد رسالت میں اس ادارہ کے نگران تھے۔

ابوداؤد اور بیہقی نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے:

و کنت انا الذی الی ذلک عنہ منذ بعثه اللّٰه الی حین توفی و کان علیه السلام اذا اتاه الانسان مسلماً یراه عاریا یا مرنی فانطلق فاستقرض فاشتری له البردة فاکسوه واطعمه (التراتیب)

اور میں ہی آپ کی بعثت سے لے کر وفات تک اس کا نگران تھا۔ آپ کے پاس اگر کوئی مسلمان ننگا، بھوکا آجاتا تو آپ مجھے حکم دیتے تھے میں جا کر کسی سے قرض لیتا تھا پھر اس رقم سے اس کیلئے کپڑے اور کھانے کا انتظام کرتا تھا۔

اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایت تھی۔

انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالاً (الاشرف از الرتیب، ج ا ص ۴۲)

بلال، خوب خرچ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے تنگدستی سے نہ ڈرا کرو۔

غلاموں کے اوپر خرچ کرنے میں اگر کسی آقا سے کوئی کوتاہی ہو جاتی تھی تو ان کے اخراجات بھی اس ادارہ کے ذمہ ہوتے تھے۔ مروان بن قیس دوسی کے حالات سے مروی ہے کہ اُن کے اخراجات پورا کرنے میں ہمیشہ بخل سے کام لیتے تھے ان دونوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں شکایت کی۔ شکایت سنتے ہیں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا گیا:

فامر بلا لاً ان یقوم ینفقتهما (الاصابہ) بلال کو حکم دیا کہ ان دونوں کے نفقہ کا انتظام کریں۔

وصاية

بیمہ کمپنی کہتی ہے کہ ایک شخص کے پاس مال وغیرہ سب کچھ ہےلیکن اس کے بچے چھوٹے چھوٹے ہیں ڈرتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد مال متروکہ کو صحیح طریقہ پر خرچ نہیں کیا جائے گا۔ مال کی نگرانی اوراس کی حفاظت میں دشواریاں ہوں گی اس لئے اپنے مال کو بیمہ کمپنی کے سپرد کردیتا ہے تاکہ مال نقصان سے محفوظ رہے اور بچوں کی ضرورت (تعلیم ، شادی وغیرہ) کے موقعوں پر ان کے مصارف پورے ہوتے رہیں اس کا اسلامی حل وصایۃ کے نظم میں موجود ہے یعنی اس شخص کو چاہئے کہ کسی کو اپنا وصی مقرر کرجائے، وصی کے باضابطہ فرائض ہیں اور وہ ان کیلئے مسئول ہے جس کو فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اجمالی فرائض کا نقشہ الہدایۃ میں اس طرح دیا گیا ہے:

شراء كفن الميت و تجهيزه و طعام الصفار وكسوتهم و ردا الورية وروالمغصوب والمشترئ شراءً فاسدا و حفظ الاموال و قضاء الديون و تنفيذ الوصية والخصومة فى حق الميت و قبول الهبة و بيع ما يخشى عليه التوىٰ والتلف و جمع الاموال الضائعة

میت کے کفن کی خریداری اوراسکی تجہیز وتکفین چھوٹے نابالغ بچوں کے خوردونوش اور کپڑوں کا انتظام امانت اورغصب کئے ہوئے کپڑوں اموال کی اور بیع فاسد سے خریدے مال کی واپسی مال و جائیداد کی حفاظت قرضوں کی ادائیگی، وصیت کے نفاذ کے انتظامات مرنے والے کے کسی حق کیلئے نالش کرنا ہبہ قبول کرنا، جن چیزوں کے خراب ہونے کا ڈر ہو ان کو فروخت کرنا گمشدہ اموال کی واپسی کی کوشش کرنا۔

عہدِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دَورِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اس پر برابر عمل ہوتا رہا۔ چنانچہ جعفر بن ابی طالب کی شہادت کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں صاحبزادوں محمد اور عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وصایت کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے فرمایا:

انا ولیهم فی الدنیا و الاخرة میں دنیا اور آخرت دونوں میں ان کا سرپرست ہوں۔

اور صاحب سمط الجوہر الفاخر نے ایسے متعدد یتیم بچوں کے نام گنائے ہیں جن کے آپ وصی تھے جن میں سے تین کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:۔

١......محمد بن عبداللہ بن جحش، اُن کے والد ماجد غزوہ اُحد میں شہید ہوگئے تھے۔ شہادت سے قبل آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وصی مقرر فرمایا۔ آپ نے ان کے لئے خیبر میں زمین خریدی، جن سے ان کے اخراجات پورے ہوتے تھے اور مدینہ منورہ کے سوق الرقیق میں ایک گھر بطور عطیہ دیا، جس میں ان کی رہائش تھی۔

٢......ام زینب بنت نبیط، ان کے والد سعد بن زرارہ نے آپ کو وصی مقرر کیا تھا۔

٣......قبیلہ بنی لیث بن بکر کی ایک بچی، اس کے بھی آپ وصی تھے۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار وصیات کے اٹھانے میں بڑے مشہور تھے چنانچہ ان کو سات جلیل القدر صحابہ عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، مقدار بن الاسود، ابن مسعود، زبیر بن بکار، مطیع بن الاسود، ابوالعاص بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے وصی مقرر کیا تھا۔ (اسد الغابہ)

ابوعبداللہ السوی نے سات کے بجائے ستر کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے:

واوصى اليه سبعون من الصحابة باموالهم و اولادهم فحفظها و كان ينفق عليهم ماله (شرح ہمزیہ)

ستر صحابہ نے ان کو اپنے اموال و اولاد کا نگران کیا تھا۔ حضرت زبیر ان پر اپنا مال بھی خرچ کر دیا کرتے تھے۔

اگر کسی نے اپنا وصی مقرر نہیں کیا ہو تو اس کے اموال کی حفاظت اور اولاد کی صیانت کیلئے حاکم کو حق دیا گیا ہے کہ وہ وصی مقرر کر دے ورنہ بیت المال میں اُن کے اموال جمع کرے اور حسبِ ضرورت خرچ کرتا رہے۔

مختصر خاکہ

فقیر نے صرف بطور نمونہ چند اسلامی شقیں عرض کی ہیں ورنہ اُن کے علاوہ سینکڑوں اسلامی طریقے پیش کئے جاسکتے ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ ہمارے پاس قلم ہے لیکن اسے عملی جامعہ پہنانے کیلئے نہ درہم ہے نہ حکم اگر صرف ان چند شقوں پر نہ سہی صرف ایک پر ہی ایمانداری و دیانتداری سے عمل ہوجائے تو پھر قدرت کا کرشمہ دیکھئے۔ کاغذی گھوڑے دوڑانا اور زبانی جمع خرچ کرنا سَستی شہرت اور کرسی کا حصول ہے اور اس کی مضبوطی کی جگہ کی فکر تو پھر خدا حافظ۔

بیمہ کپمنی کا سب سے بڑا حربہ

ہر انسان مجبور ہوجاتا ہے جب دیکھتا ہے کہ دُنیا حوادث کی آماجگاہ ہے اسکی عملی صورت ہمارے دَور میں کسی سے ڈھکی چھپی ہوئی نہیں روزانہ حادثات کی بھرمار ہے۔ جانی ، مالی نقصانات اندازے سے باہر ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں ابھی چنگا بھلا، خوش وخرم باتیں کررہا ہے، آنکھ ہی نہیں جھپکی حادثہ کی زد میں آگیا، پھر پتہ نہیں چلتا کہ ہاتھ کہاں تو پاؤں کہاں، چہرہ کہاں تو ڈھانچہ کہاں۔ درجنوں انسان ایک حادثے میں یا موت کا شکار ہورہے ، یا لنجے ،لنگڑے، اپاہج بن کر اٹھے ہیں اور نہ صرف وہ ایک ایک بلکہ ایک ایک سے درجنوں افراد مصائب و مشکلات میں گرفتار کہ جو حادثہ کے منہ میں آیا، وہی واحد ان کا کفیل تھا، اب اس کنبہ کو روٹی کھانے کو نہ کپڑا پہننے کو گویا کنبے کا کنبہ تباہ ہوگیا۔ ایسے ہی کاروبار کا حال ہے کہ دیکھتے دیکھتے کل کا بڑا صنعت کار جو کل ایک بہت بڑی انڈسٹری کا مالک تھا، اچانک آگ لگ گئی، مشینری اور سارا سامان جل کر راکھ ہوگیا۔ اب وہ نان جویں کو بھی محتاج ہے۔ اس طرح روزانہ موٹروں کے حادثے تو روزمرہ کے معمول بن چکے ہیں، اس کی کفالت کیلئے عملی طور بیمہ کمپنی نے خود کو پیش کردیا تو صاحب الغرض مجنون اہلِ غرض مجنون ہوجاتا ہے کہ پیش نظر ہر انسان نے بیمہ کرانے میں آسودگی سمجھی لیکن مرنے کے بعد دیکھی جائے گی جو کچھ ہوگا۔ لیکن جسے خوفِ خدا ہے وہ بھوک مرنا منظور کرتا ہے مگر جہنم کے انگاروں میں جلنا نہیں چاہتا۔

فقیر اویسی غفرلہٗ کی اپیل

سود کے جملہ کاروبار سے بیمہ، انشورنس ہو یا بینک یا دیگر پالیسیاں، خود بھی بچو، اپنے اہل وعیال اعزہ واقارب اور احباب و دوستوں کو بچاؤ۔ فقیر کی پیش کردہ پالیسی پر عمل نہیں ہوسکتا تو فقیر کا یہ پیغام گھر گھر پہنچاؤ، ہوسکے تو یہ رسالہ یا اس جیسی اور تحریریں مفت تقسیم کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ کسی ایک فرد کو راہِ راست پر لانا سو کافروں کو قتل کرنے سے بہتر ہے۔ فقیر قلمی جہاد کیلئے اپنے ذمہ سے سبکدوش ہوا۔

نوٹ...... بیمہ وغیرہ کیلئے فقیر کا تفصیلی رسالہ بیمۂ زندگی بمطابق فقہ حنفی پڑھئے۔

والله تعالیٰ و رسوله الاعلیٰ اعلم بالصواب

ہٰذا آخرما رقمه قلم الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاول پور۔ پاکستان

۱۸ جمادی الآخر ۱۴۱۱ھ ...... ۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء قبل اذان الجمعہ